

روزہ کے ذریعے انسان کی اصلاح و درستی کا حکم

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ اسی کی مناسبت سے حکم و احکام کی ترتیب ہے۔ اوپر مقتولوں میں برابری اور حقوق کی مخالفت کا حکم ہے، بعد میں جہاد و قتال کا حکم ہے۔ انسان میں روزہ کا حکم دیا گیا کہ اس کے ذریعے انسان کی اصلاح و درستی ہو اور حق و انصاف پر قائم رہنے میں سہولت ہو۔ انسان کو اللہ کے بیشمار خوبیوں سے نوازا ہے لیکن اس میں خامیاں بھی ہیں جو خوبیوں کے ابھرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں اور ایسے غلط کام پر لگا دیتی ہیں جو انسان کے کردار کو داغدار بنا دیتی ہیں۔ اللہ نے خامیوں کی اصلاح کے لیے روزمرہ کی زندگی میں عبادت و نیکی کے بہت سے طریقے مقرر کئے ہیں۔ روزہ کو ان میں خاص اہمیت ہے جس کے ذریعہ انسان کو اپنی طبیعت و بانے اور اپنے اوپر قابو پانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ پھر خامیوں کو دور کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا
مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ
فَذَبْهُ طَعَامٌ مُّسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ
خَيْرٌ لَهُ ۖ وَانْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
(البقرہ: ۱۸۳/۱۸۴)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے
جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم ایسی اصلاح ہو جاؤ۔ (یہ روزے) گنتی کے چند دن ہیں

(۲۹ یا ۳۰ دن) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے یہ گنتی پوری کرے۔ اور ان لوگوں پر جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر (بطور) فدیہ ایک مسکین کو کھانا پہنچے پھر جو کوئی مزید نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تو (بہر حال) بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

لے اس آیت کی تفسیر میں ہمارے مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، لیکن کسی کو ایسی سند نہیں ملے گی کہ دوسرے قول کو بالکل رد کر دیا جائے۔ مثلاً:-

(۱) کسی نے اس سے مراد ایسے بڑھے اور ایسے بیمار لیا ہے جن میں روزہ کی طاقت کی امید نہ ہو۔

(۲) کسی نے اس سے صدقہ فطر مراد لیا ہے۔

(۳) کسی نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے روزہ کا حکم اختیار ہی تھا کہ اگر ایک مسکین کو کھانا کھلا دے تو روزہ دوسرے ساقط ہو جاتا تھا۔ بعد میں یہ حکم موقوف ہو گیا۔

ان اقوال میں جس کو جو قول پسند آئے وہ اختیار کر لے۔

ان اقوال میں ایک اور قول کا اضافہ بھی ہو سکتا ہے جس کو وجوبی حکم کا درجہ تو حاصل نہیں ہے لیکن استحباب کے درجہ کی پابندی تسلیم کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ استحباب کے درجہ کی پابندی کا زیادہ تعلق انسان کے ضمیر سے ہے۔ اللہ اور بندہ کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو جائے تو اس پابندی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ قانون کی خشکی کو جب تک محبت کی چاشنی نہ دی جائے۔ ہر حکم پر عمل کرنے میں دشواری ہوتی ہے خواہ وجوبی حکم ہو یا استحبابی حکم ہو۔

وہ قول یہ ہے کہ آیت کا تعلق مریض اور مسافر ہی سے رکھا جائے اور مریض و مسافر کی دو

قسمیں کی جائیں۔

(۱) وہ مریض و مسافر جن میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے۔ یعنی روزہ رکھنے میں ان کو زیادہ مشقت نہیں

برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت سے فائدہ اٹھا رہے

ہیں۔ اس لیے اس کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جس قدر ہو سکے خوشدلی کے ساتھ زیادہ

دیں۔ قضاء تو بعد میں بہر حال ہے، لیکن قضاء اور فدیہ (ایک مسکین کو کھانا کھلانا) دونوں مل کر بھی اصل

روزہ کے فائدہ کو نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا کہ ان سب کے باوجود روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

اس قول سے آیت کا باہمی تعلق جوڑنے میں سہولت ہوتی ہے اور مریضوں اور مسافروں کے درمیان جو فرق ہوتا ہے اور جس کی بنا پر اعتراض کیا جاتا ہے (کہ کسی کو زیادہ سہولت اور کسی کو زیادہ دشواری میں دونوں کا حکم ایک ہے اور رخصت سے فائدہ اٹھانے میں دونوں برابر ہیں) اس کی کچھ رعایت ہو جاتی ہے اور غریبوں کے فائدہ کی بھی ایک شکل نکل آتی ہے۔ وجوبی حکم اس لیے نہیں کہا سکتا ہے کہ ”زیادہ مشقت“ کی حد بندی نہیں کی جاسکتی ہے کہ کس حد کو زیادہ مشقت سمجھا جائے اور کس کے لیے کتنی ”زیادہ مشقت“ کا اعتبار کیا جائے اسی بنا پر روزہ میں رخصت کی علت مشقت کو نہیں ناما لگا کہ اس کی حد بندی نہیں کی جاسکتی ہے۔ بلکہ مرض اور سفر کو بنا لیا گیا ہے جو سب کے لیے عام ہے۔ شریعت کے ہر وجوبی حکم میں اس کی رعایت ضروری ہوتی ہے کہ وہ کسی کے لیے خاص نہ ہو بلکہ سب کے لیے عام ہو۔

(۲) وہ مریض و مسافر جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت ہو رہی ہے ان کا حکم آگے آ رہا ہے۔ ان کے بارے میں مذکورہ پابندی نہیں ہے۔ اس صورت میں ایک ہی حکم کے تکرار کی بات بھی ختم ہو جاتی ہے کہ آنے والا حکم ان مریضوں اور مسافروں کے لیے ہے جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، جبکہ حکم ان کے لیے ہے جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت نہیں ہوتی ہے۔

روزہ کے لیے مہینہ کا انتخاب

روزہ کی فضیلت و بڑائی کے لیے یہی بات کیا تم تھی کہ اس میں بندہ اپنی مرضی اور خواہش کو اللہ کی مرضی اور خواہش میں گم کر دیتا ہے۔ پھر اللہ کی رضا و خوشنودی کا وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ کسی اور عبادت سے یہ مقام نہیں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن فضیلت و بڑائی کی بات اسی پر نہیں ختم ہوتی ہے بلکہ اس کو ”وآتشہ“ بنانے کے لیے اس کے دنوں کا انتخاب ایک ایسے مہینے میں ہوا جس کو وہ فضیلت و بڑائی حاصل ہے جو کسی اور مہینہ کو نہیں حاصل ہے۔ وہ ہے رمضان کا مہینہ جس میں نبوت کی تاجپوشی کی گئی، یعنی جس کی شب قدر میں نبوت کا تاج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رکھا

اس بحث کو سمجھنے کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فہم اسلامی کا تاریخی پس منظر“ بحث ”قیاس“ کا حصہ ہے۔ پاکستان دونوں جگہ سے شائع ہو رہی ہے۔

گیا، جس سے ہدایت و سربراہی کے لیے پہلے نبیوں کا دور گزر کر آپ کے سہرے دور کی بنیاد پڑی اور جس میں اللہ کا آخری ہدایت نامہ یعنی قرآن اتارا گیا جس سے ہمیشہ کے لیے ساری دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام ہوا اور ہدایت کلمے کی راہ سے دوسری قوموں کو جو بڑائی اور برتری حاصل تھی وہ "امت مسلمہ" کے حصہ میں آئی۔ ظاہر ہے کہ روزہ کے دنوں کے لیے کسی اور مہینہ کا انتخاب ان فضیلتوں اور بڑائیوں کو اپنے اندر نہ سمیٹ سکتا تھا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ
شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ
الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

(البقرہ : ۸۵/۸۶)

(روزہ کے لیے گنتی کے چند دن) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت افقی و باطل کے درمیان فیصلہ کی روشن دلیلیں ہیں۔ جو کوئی اس مہینہ کو پاتے تو اس کے روزے رکھے۔ (ہاں، اگر مریض و مسافر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اخصاً کرے)۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تم پر تنگی نہیں چاہتا ہے اور تاکہ تم گنتی پوری کر لو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہاری رہنمائی کی اور تاکہ تم اللہ کا شکر کر ویو اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ

”شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن“

مولانا محمد سعید الرحمان علوی

(۹ اگست ۱۹۸۹ء کو پنجاب پبلک لبریری ٹاٹا علامہ شبیر بخاری کی زیر صدارت پڑھا گیا۔ (ادارہ)

بعد از خطبہ مسنونہ!

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
 إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِ
 لَهُمُ الْجَنَّةِ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ
 وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ
 بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَ
 ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ الَّذِينَ يُبَدِّلُونَ الْعَهْدُونَ الْحَامِلُونَ
 السَّيِّئُونَ الزَّكَوٰتِ السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
 النَّهْيُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۖ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

(سورۃ التوبہ : ۱۱۱ ، ۱۱۲)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی“
 اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو، وہ
 کسی دنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بکے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں،
 پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں، یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو چکا (یعنی
 اس نے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا)، تورات، انجیل، قرآن (تینوں کتابوں) میں
 (کیساں طور پر) اس کا اعلان ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنا ہمد
 پورا کرنے والا ہو! پس (مسلمانو!) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ

سے چکایا خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے (ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ حال ہے کہ اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہنے والے، سیر و سیاحت کرنے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (اے پیغمبر بھی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوش خبری دے دو۔“

(مولانا ابوالکلام: ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۴۲-۳۴۵ دہلی)

قرآن کریم کی دو آیات، توضیحی ترجمہ کے ساتھ سامنے آئی ہیں، ان آیات میں بیان کردہ معنایں و معانی ہم کی تفصیل بیان کرنا مقصد ہے نہ وقت اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن زیر بحث موضوع کے ساتھ چونکہ ان آیات کی گہری مناسبت ہے اس لئے ایسا کرنا ضروری سمجھا گیا۔ بے غلطی ہندوپاک میں قرآن عزیز کے سب سے بڑے خادم خانوادہ ولی اللہی کے ایک رکن کہیں مولانا ابوالکلام آزاد نے پہلی آیت کے حوالے سے جو لکھا اس کا بیان بھی ضروری ہے تاکہ بات زیادہ واضح ہو سکے :-

”اس آیت میں ”حُبِّ ایمانی“ کی حقیقت واضح کی ہے۔ فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو ایمان کا معاملہ یوں سمجھو کہ انہوں نے اپنا ”سب کچھ“ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا، جان بھی اور مال و متاع بھی، اب ان کی کوئی چیز ان کی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی سچائی کی ہو گئی۔

بند گان تو در عشق خداوندانند

دو جہاں را بہ تمنائے تو بفر و خستہ اند

اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے معاوضے میں کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ نعیم ابدی کی کامرانیاں انہیں عطا فرمائیں۔ یہ گویا خرید و فروخت کا ایک معاملہ تھا جو اللہ تعالیٰ میں اور عشاق حق میں طے پا گیا۔ اب نہ بیچنے والا اپنی شے